مکالمہ بین النصاری والمسلمین کی مذہبی بنیادیں
سیرت طیبہ ﷺ اور کتب مقدسہ کی روشنی میں

پ فیسر ڈاکٹر قاری بدرالدین
صدر شعبہ عربی جامعہ اردو

ABSTRACT

"DIALOGUES BETWEEN CHRISTIAN AND MUSLIMS"

First:- Word dialogue has also been included with the remembrance of synonymous beside the research of words, so that the readers not feel any difficulty during the reading of the dialogue.

Second: Full detailed discussion has made on the objectives of the dialogue, because this thing is not secret from the 'religious scholars that the dialogue is extreme need of the present era of the globalization. True religion, the Religion of Islam also teaches us for the dialogue through Holy Quran and Hadith, Furthermore Islam has formed the proper principles of dialogue, due to the reason that Islam is only the religion who teaches the teachings of real peace and prosperity. Other religions are fake claimant of the peace. Therefore dialogue should be aimed, because any aimless jobs have no avail. The following objectives should be kept for the dialoguers.

(1) Dialogue for Comprehending.

(2) Dialogue for the preaching of Islam.

(3) Dialogue for compromising between religions.

Third: Some fundamental principles has been formed for the dialogue writers, which is very important for the dialogue writer to consider these principles, Detail of the dialogue will come later, but principles are explain here.

(1) Preaching of the Religion of Islam.

Means that the objective of dialogue writer is to be the preaching of righteous religion and it is essential upon all the Muslims.

(2) The method of the dialogue writer should be courageous not defensive.

However the defensive way can be adopted according to the circumstance, but dialogue should be courageous, the defects found in the non Islamic religions and concepts keep in front then the answers of such defects called from them.

Fourth: In dialogue some basic and unavoidable religious terminology has been full explained regarding the Christian religion. Such as (1) the definition of Christianity (2) The concept of God in Christian religion (3) Faith of trisection (4) Tauheed regarding trisection (5) Father (6) Son (7) Holy Soul (8) Unity of Three and one.

At last the globalization and popularity of the Islamic religion has be n defined, that the Religion of Islam invites the all human beings of the world, a1d there is no any discrimination.

مکالمہ، باب مفاعلہ کا مصدر ہے، جسکے معنی ہیں آپس میں بات چیت کرنا۔ بات چیت ایک
ایسا ذریعہ ہے جس سے غلط فہمیاں دور ہو کر انسان ایک دوسرے کے قریب آجاتے ہیں۔ یقیناً ہر آسمانی

مذہب میں اسکی تعلیم موجود ہے۔مگر اسلام جو دین برحق ہے اور تا قیامت یہی دین برحق رہیگا۔حتی کہ قرب قیامت میں سیدنا حضرت عیسی علیہ السلام تشریف لائینگے وہ بھی اس دین کی تائید فرمائینگے ،لہذا اس آخری مذہب میں رواداری اور مکالمہ بین المذاہب پر زیادہ ترغیب دی گئی ہے، کیونکہ حق بات کو دوسرے تک احسن طریقے اور حکمت عملی سے پہنچانا قرآن کے بنیادی اصولوں میں سے ہے۔ارشاد ربانی ہے!

> ''اپنے رب کے راستے کی طرف لوگوں کو حکمت اور بہترین طریقے سے بلاؤ'' (۱)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ لوگوں کو باہمی بات چیت اور پیار و محبت کے ذریعہ دین حق کی طرف بلایا جائے۔

مکالمہ کے مقاصد:

اہل علم سے یہ بات پوشیدہ نہیں کہ گلوبلائزیشن (Globalization) کے اس دور میں بین المذاہب مکالمہ (inter Faith Dialogue) کی شدید ضرورت ہے۔اسلام میں ڈائیلاگ ہی وہ واحد راستہ ہے جس سے کسی بھی مذہب کا داعی، مخاطب کو اپنی دعوت کی طرف متوجہ کرسکتا ہے۔یہ باہمی بات چیت ایسا ذریعہ ہے کہ جس کے ذریعہ حق کے متلاشی کو سنجیدگی کے ساتھ غور وفکر کرنے پر مجبور کر دیتا ہے۔مکالمہ کے لئے عربی میں لفظ''حوار'' بھی ہے۔جو مکالمہ ہی کا معنی دیتا ہے، البتہ مکالمہ زیادہ مستعمل ہے۔آج پوری دنیا کا یہ عام مشاہدہ ہے کہ دنیا کے کسی گوشے میں اگر امن قائم ہوا ہے تو وہ مکالمہ ہی سے قائم ہوا ہے، بشرطیکہ یہ مکالمہ خلوص نیت سے ہو یہ مکالمہ افراد کے درمیان بھی ہوسکتا ہے تہذیبوں اور مختلف مذاہب کے درمیان بھی۔

یہ حقیقت بھی مسلّم ہے کہ اسلام ہمیشہ امن وامان کا داعی رہا ہے۔یہ اللہ کا دستور ہے جب بھی دلائل کی بنیاد پر گفتگو ہوگی تو فتح یقیناً اھل اسلام کی ہوگی اور میدان ہمیشہ اسلام اور اھل اسلام کے ہاتھ ہی رہیگا۔اسلام کا غلبہ تمام ادیان پر عقل واستدلال کی رو سے تو مطلق ہے اور وہ کسی وقت اور زمانے کے ساتھ مقید نہیں البتہ مادّی غلبہ اھل اسلام کی اھلیت وصلاحیت پر موقوف ہے، کیونکہ جب بھی آزادانہ مکالمے ہونگے تو سچائی خود بخود سامنے آئیگی۔اور یہ حقیقت بھی واضح ہے کہ بے داغ اور

کامل سچائی اسوقت اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب اور نظریات والوں کے پاس نہیں۔الحمد اللہ اسلام کے پاس فرعونی اور طاغوتی قوت کو شکست دینے کیلئے دلائل کی کمی نہیں اور مکالمے کے میدان میں ہمارا یہی سب سے بڑا کارگر ہتھیار ہے۔آج اقوام عالم میں مکالمہ کی مختلف شکلیں نظر آتی ہیں۔مثلاً

(۱)۔مکالمہ برائے حقانیت کل مذاہب (۲)۔مکالمہ برائے افہام و تفہیم (۳)۔مکالمہ برائے تبلیغ اسلام

مکالمہ برائے حقانیت کل مذاہب:

پہلی قسم کا مکالمہ ناممکنات میں سے ہے، کیونکہ عقلاً وعادتاً اجتماع الضدین محال ہے۔کیونکہ جس طرح روشنی و اندھیرا، نور وظلمت، عدل وظلم۔نیکی و بدی، خیر وشر ایک نہیں ہو سکتے۔اسی طرح کل مذاہب کو حق ثابت کرنے کے لیئے مکالمہ غیر مفید ہے بلکہ شریعت کی رو سے ناجائز ہے۔

مکالمہ برائے افہام و تفہیم:

اس درجہ کے مکالمہ کی اسلام نے مشروط اجازت دی ہے جب کوئی انسان دین اسلام کو سمجھنے کی نیت سے آئے اور مسلمانوں سے اس بارے میں مکالمہ کرنا چاہے تو اس کے سامنے اس کے نظریہ و مذہب کی خامیوں کو واضح کر کے اسلام کی خوبیاں بھی واضح کر دینی چاہئے۔لیکن اگر مکالمہ کرنے والے کی یہ نیت نہیں تو یہ مکالمہ بھی بے سود ثابت ہوگا۔

مکالمہ برائے تبلیغ اسلام:

اس تیسری قسم کی نیت کے ساتھ مکالمہ تمام مسلمانوں پر فرض ہے۔کیونکہ دین کی بنیادی باتوں کو تمام اقوام عالم تک پہنچانا جس کو تبلیغ و دعوت کہتے ہیں تمام مسلمانوں پر فرض ہے۔اس فریضے کی ادائیگی کے مختلف طریقے ہیں ان میں سے ایک طریقہ مکالمہ بین المذاہب بھی ہے۔برصغیر میں اس قسم کے مکالمہ کا آغاز مختلف اکابرین نے کیا۔مثلاً شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ وزیر خان، مولانا رحمت اللہ کیرانوی، مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ طرح کے دیگر اکابرین نے اس مکالمہ کو پروان چڑھایا۔مکالمہ میں ایک بات یہ بھی طے ہوتی ہے کہ مکالمہ کے دوران حق جس کے ساتھ واضح ہو فریق ثانی اسے قبول کرے گا۔لیکن جب حق یعنی اسلام کی حقانیت مد مقابل پر واضح ہو جاتی وغ تو ان مذاہب کے لوگ بالعموم اپنے وعدے سے پھر جاتے ہیں یا میدان چھوڑ کر بھاگ جاتے، جس طرح پادری فنڈر استنبول

میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی کی آمد پر تر کی چھوڑ کر چلا گیا تھا۔

اس قسم کے مکالمہ کی تائید قرآن کریم کی ایک آیت سے بھی ملتی ہے۔

بل نقذف بالحق علی الباطل فیدمغه فاذا هو زاهق (۲)

بلکہ ہم تو باطل پر حق کی چوٹ لگاتے ہیں جو اس کا سر توڑ کر رکھ دیتا ہے اور وہ (یعنی باطل) دیکھتے دیکھتے مٹ جاتا ہے۔

آج پوری دنیا میں بذریعہ مکالمہ اگر حق کا پرچار ہو رہا ہے تو وہ صرف اور صرف اسلام ہی کا پرچار ہے۔ اس کی بنیادی وجہ صرف یہ ہے کہ دیگر ادیان کی بنیاد حق پر نہیں، بلکہ باطل اس میں خلط ملط کر دیا گیا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ جس قسم کا بیج ہوگا اسی قسم کا پھل بھی ہوگا۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔

''اور ناپاک بات کی مثال ناپاک درخت کی سی ہے (نہ جڑ مستحکم نہ شاخیں بلند) زمین کے اوپر ہی سے اکھیڑ کر پھینک دیا جائے اس کو ذرا بھی قرار (وثبات) نہیں'' (۳)

مکالمہ کے لیئے چند بنیادی اصول

(ا)۔ مکالمہ کی نیت سے غیر مسلم تک تبلیغ دین پہنچانا ہے۔ اس طرح کا مکالمہ مسلمانوں پر فرض کیا گیا ہے۔ اسی فرض کی ادائیگی کا اولین حکم آپ ﷺ اور آپ کے ذریعے امت کو دیا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے!

''اے پیغمبر جو ارشادات اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر نازل ہوئے ہیں سب لوگوں کو پہنچادو، اور اگر ایسا نہ کیا تو آپ (ﷺ) اللہ کا پیغام پہنچانے سے قاصر رہے (یعنی پیغمبری کا فرض ادا نہ کیا)'' (۴)

اس آیت میں بات چیت کے ذریعے دین حق کا لوگوں تک پہنچانا نبی پر لازم قرار دیا گیا۔ پھر آپ کے توسط سے پورے مسلمانوں پر بھی ادائے تبلیغ فرض کر دیا گیا۔ حدیث میں آتا ہے

بلّغوا عنّی ولو آیة (۵)

پہنچاؤ میرا پیغام چاہے ایک ہی آیت (یعنی بات) قرآنی ہی کیوں نہ ہو۔

دوسری حدیث میں ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

"فليبلغ الشاهد الغائب" (٦)

چاہئے کہ ہر حاضر غائب تک دین حق کو پہنچائے۔

یہ بات آپ ﷺ نے میدان عرفات میں حج کے موقع پر ایک لاکھ چوبیس ہزار کم وبیش صحابہ سے فرمائی تھی۔ مذکورہ آیات قرآنیہ اور احادیث سے ثابت ہوا کہ مکالمہ کے ذریعے کلمہ حق پہچانا اس امت کے فرائض میں شامل کر دیا گیا ہے۔ چاہے مخالف حق تسلیم کرے یا نہ کرے کیونکہ ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ ارشاد ربانی ہے!

اے نبی ﷺ جس کو آپ دوست رکھتے ہو اسے ہدایت نہیں دے سکتے، بلکہ اللہ ہی جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے اور ہدایت کرنے والوں کو خوب جانتا ہے۔ (۷)

ایک اور مقام میں آتا ہے:

"من يضلل الله فماله من هاد"

جسکو اللہ گمراہ کردے سو اس کے لیئے کوئی ہدایت نہیں (۸)

اگر چہ ہدایت اللہ ہی کے اختیار میں ہے، مگر اتمام حجت کے لیئے یہ فریضہ عائد کیا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے!

"لتكونوا شهداء على الناس"

تاکہ تم دنیا کے لوگوں پر (حق کی بات پہنچادینے کے بارے میں) گواہ رہو (۹)

مومن کا کام حق بات کا خلوص نیت سے مخلوق تک پہنچادینا ہے۔ بس نیت صاف ہونی چاہئے۔ بخاری کی پہلی روایت ہے

"انما الاعمال بالنيات" (١٠)

تمام اعمال کا مدار نیت پر ہے۔

لہذا حق کی تلقین امت مسلمہ کا خاصہ ہے۔

مکالمہ کا انداز اقدامی ہونا چاہیے نہ کہ دفاعی

مکالمہ حالات کی مناسبت سے دفاعی یا اقدامی ہوسکتا ہے۔دفاع سے مراد غیر مسلم کے اسلام پر کیے گئے اعتراضات کا جواب دینا ہے۔اقدامی مکالمہ کا انداز یہ ہے کہ اعتراضات کا جواب دینے کے بجائے غیر اسلامی مذاہب ونظریات میں پائی جانے والی خامیاں ان کے سامنے لائی جائیں پھر ان خامیوں کا جواب ان ہی سے طلب کیا جائے۔جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ اور نمرود کے درمیان جب مناظرہ چل رہا تھا تو اللہ تعالیٰ نے کہا۔

''بھلا تم نے اس شخص کو نہیں دیکھا جو اس (غرور کے) سبب سے کہ اللہ نے اس کو سلطنت بخشی تھی ابراہیم سے پروردگار کے بارے میں جھگڑنے لگا جب ابراہیمؑ نے کہا میرا پروردگار تو وہ ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے۔تو نمرود کہنے لگا جلا اور مار تو میں بھی سکتا ہوں، ابراہیمؑ نے کہا اللہ تو سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تم اسے مغرب سے نکال دو۔(یہ سن کر) کافر حیران رہ گیا اور اللہ بے انصافوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا''۔(۱۱)

اب ہم مکالمہ کے اصل موضوع کی طرف آتے ہیں۔جس کی اولین مخاطب عیسائی دنیا ہے۔قرآن کریم میں دنیا کے تمام مذاہب عالم سے مختلف موقعوں میں مختلف انداز سے گفتگو کی گئی ہے ۔آنے والی آیتوں سے آپ ﷺ کی نبوت اور آخری دین کی صراحت واضح ہو جاتی ہے چنانچہ تمام مذاہب عالم کو دین برحق کی طرف بلایا گیا ہے، جو حسب ذیل ہے۔

''اے نبی ﷺ آپ کہہ دیں کہ اے اھل کتاب ایک ایسی بات کی طرف آجاؤ جسکو ہم اور تم برابر مانتے ہیں، وہ یہ ہے کہ اللہ کے سوا ہم کسی کی عبادت نہ کریں۔اور ہم کسی کو اسکا شریک نہ بنائیں، اور نہ ہم میں سے کوئی کسی کو خدا کے سوا اپنا مالک بنائے۔پھر اگر وہ اسکو بھی نہ مانیں تو تم کہہ دو کہ (اس بات پر) گواہ رہو کہ ہم نے تو گردن جھکادی''۔(۱۲)

اسلام اور اھل کتاب میں ایک بنیادی اصول ہے ایک اللہ کی عبادت کرنا اور غیر کو اس کے ساتھ شریک نہ کرنا چنانچہ اس آیت مبارکہ میں تبلیغ ودعوت کا ایک اہم اصول معلوم ہوتا ہے، کہ اگر کوئی

آدمی کسی ایسی جماعت کو دعوت دینے کا خواہش مند ہو، جو عقائد و نظریات میں اس سے مختلف ہو، تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ مخالف العقیدہ جماعت کو صرف اسی چیز پر جمع ہونے کی دعوت دی جائے جس پر دونوں کا اتفاق ہو سکتا ہو جیسے رسول ﷺ نے جب روم کے بادشاہ "ہرقل" کو اسلام کی دعوت دی تو ایسے مسئلہ کی طرف دی، جس پر دونوں کا اتفاق تھا، یعنی اللہ کی وحدانیت پر، وہ دعوت نامہ درجہ ذیل ہے۔

"میں شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ یہ خط محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اسکے رسول ﷺ کی جانب سے روم کے بادشاہ ھرقل کی جانب ہے سلامتی ہو اس آدمی کے لیئے جو راہ ہدایت کی پیروی کرے۔ میں تجھے اسلام کی طرف آئے کی دعوت دیتا ہوں۔ اسلام لا تو سلامت رہے گا اور اللہ تعالیٰ تجھ کو دوہرا اجر دیگا اور اگر تو اعراض کریگا تو تجھ پر ان سب کا وبال ہوگا جو تیری رعایا ہیں۔ اے اھل کتاب! ایک ایسی بات پر آ کر جمع ہو جاؤ جو ہم اور تم دونوں میں برابر ہے، یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور نہ ہم اللہ کو چھوڑ کر آپس میں اپنوں کو رب بنائیں" (۱۴)

آیت مذکورہ میں اھل کتاب نصاریٰ کو ایک ایسے مسلّم اجماعی عقیدہ توحید کی دعوت دی گئی ہے جس سے اس مذہب کے ماننے والے انحراف کر چکے تھے لہٰذا ان کو اس غلط عقیدہ کو چھوڑ کر ایک اللہ کی عبادت کی دعوت دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ کتاب اوّل تا آخر صداقت اور حقائق سے بھری پڑی ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ نصاری کے ایک اور غلط عقیدہ کی اصلاح بھی کی گئی ہے۔ نصاری حضرت عیسیٰؑ کو الٰہ مانتے تھے، کیونکہ وہ بغیر باپ کے مریم صدیقہ سے پیدا ہوئے۔ گویا ان کے نزدیک بغیر باپ کے پیدا ہونا خدا ہونے کی دلیل ہے، قرآن نے انکے اس عقیدے کی تردید فرمائی۔

"بیشک عیسیٰ کا حال اللہ کے نزدیک آدم کا سا ہے کہ اس نے (پہلے) مٹی سے (اسکا قالب) بنایا پھر ان سے کہا ہو جاؤ سو وہ (انسان) ہو گئے (یہ بات) ہمارے پروردگار کی طرف سے حق ہے تو تم ہرگز شک کرنے والوں میں نہ ہونا۔ پھر یہ لوگ عیسیٰ کے بارے میں تم سے جھگڑا کریں اور تم کو حقیقت حال تو معلوم ہو ہی چکی ہے تو ان سے کہنا کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں اور عورتوں کو بلائیں تم

اپنے بیٹوں اور عورتوں کو بلاؤ اور ہم خود بھی آئیں اور تم خود بھی آؤ پھر دونوں فریق (اللہ سے) دعاء و التجا کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں۔ یہ تمام بیانات صحیح ہیں اور بیشک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں بیشک اللہ ہی زبردست حکمت والا ہے"۔(۱۴)

مذکورہ آیت میں نصاریٰ کے ایک عجیب نظریہ کی نشاندہی کرکے انکو اصلاح کی دعوت فکر دی گئی ہے۔وہ عقیدہ کیا ہے؟ حضرت عیسیٰ کو خدا ماننا، دلیل یہ پیش کی گئی کہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔اس پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا خدا بھی کسی سے جنم لیتا ہے۔ گویا خدا خود بھی اپنے وجود میں کسی کا محتاج ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جو واجب الوجود ہے وہ اپنے وجود میں کسی کا محتاج نہیں۔ارشاد ربانی ہے!

"کہدو اے نبی ﷺ! اللہ اکیلا ہے وہ بے نیاز ہے نہ وہ کسی سے جنا ہے نہ اس سے کوئی جنا ہے (یعنی وہ نہ کسی کا باپ ہے نہ کسی کا بیٹا) اور کوئی بھی اسکا ہمسر نہیں"۔(۱۵)

معلوم ہوا کسی سے پیدا ہونا بڑے عیب کی بات ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی اس صفت سے بے نیاز ہے تمام عیوب سے بالاتر ہے۔تو حضرت عیسیٰ کیسے خدا ہو سکتے ہیں، اگر بالفرض و محال بغیر باپ کے پیدا ہونا الوہیت کی دلیل ہے تو حضرت آدمؑ زیادہ مستحق تھے کہ وہ الہٰ ہوتے، کیونکہ وہ تو بغیر ماں باپ کے پیدا کئے گئے تو جب آدمؑ کے بارے میں تمہارا یہ عقیدہ نہیں تو عیسیٰ کے بارے میں یہ عقیدہ تمہارا اپنا اختراع ہے، کیونکہ یہ لوگ اپنے اس عقیدہ کو کسی بھی آسمانی کتب سے ثابت نہیں کر سکتے۔خود قرآن نے بھی حضرت عیسیٰؑ کی زبانی تردید نقل کی ہے۔ارشاد ربانی ہے!

"(اور اس وقت کو یاد رکھو) کہ جب اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کے سوا مجھے اور میری ماں کو دو معبود بناؤ؟ وہ کہینگے کہ تو پاک ہے میری کیا مجال کہ میں ایسی بات کہتا جسکا مجھے کچھ حق نہ تھا۔اگر میں نے ایسا کہا ہوگا تو تجھ کو معلوم ہوگا (کیونکہ) جو بات میرے دل میں ہے تو اسے جانتا ہے۔اور جو تیرے ضمیر میں ہے اسے میں نہیں جانتا، بیشک تو عالم الغیب ہے۔میں نے ان سے کچھ نہیں کہا بجز اس کے جسکا تو نے مجھے حکم دیا ہے، وہ یہ کہ تم اللہ کی عبادت کرو، جو میرا اور تمہارا سب کا پروردگار ہے اور جب تک میں ان میں رہا ان (کے حالات) کی خبر رکھتا

رھا۔ جب تو نے مجھے دنیا سے اٹھالیا تو، تو ہی ان کا نگران تھا اور تو ہر چیز سے خبردار ہے"۔(۱۶)

اسی مناسبت سے ہم الوھیت عیسیٰ سے متعلق بحث سے قبل عیسائی مذھب کا مختصر تعارف اور انکے عقیدہ تثلیث سے متعلق تفصیل انکی کتابوں سے پیش کرینگے۔

عیسائیت کی تعریف وتعاف

انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں عیسائیت کی تعریف یہ کی گئی ہے،

''وہ مذہب جو اپنی اصلیت کو ناصرہ کے باشندے یسوع کی طرف منسوب کرتا ہے، اور اسے خدا کا منتخب (مسیح) مانتا ہے''۔(۱۷)

عسائیت کی یہ تعریف بہت مجمل ہے، الفریڈ، ای گاروے نے اسی تعریف کو مزید پھیلا کر ذرا واضح کر دیا ہے۔انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجن اینڈ اتھکس میں مذکور ہے۔

''عسائیت کی تعریف اس طرح کی جاسکتی ہے کہ یہ وہ اخلاقی، تاریخی، کائناتی موحدانہ اور کفارے پر ایمان رکھنے والا مذہب ہے جس میں خدا اور انسان کے تعلق کو خداوند یسوع مسیح کی شخصیت اور کردار کے ذریعہ پختہ کر دیا گیا ہے''۔

اس تعریف کو بیان کر کے مسٹر گاروے نے اس کے ایک ایک جزء کی توضیح کی ہے،

''اخلاقی مذہب'' سے اس کے نزدیک وہ مذہب مراد ہے جسمیں عبادتوں اور قربانیوں کے ذریعے کوئی دنیاوی مقصد حاصل کرنے کی تعلیم نہ دی گئی ہو، بلکہ اس کا تمام تر مقصد روحانی کمال کا حصول اور خدا کی رضا جوئی ہو،

''تاریخی مذہب'' کا مطلب وہ یہ بیان کرتا ہے کہ اس مذہب کا محور فکر وعمل ایک تاریخی شخصیت ہے، یعنی حضرت عیسیٰ! انہی کے قول وعمل کو اس مذہب میں آخری اتھارٹی حاصل ہے۔

''کائناتی'' ہونے کا اس کے نزدیک یہ مطلب ہے کہ یہ مذہب کسی خاص رنگ ونسل کے لیئے نہیں ہے بلکہ اس کی دعوت عالمگیر ہے۔

عیسائی مذہب کو موحد (monotheist) وہ اس لیئے قرار دیتا ہے کہ اس مذہب میں تین اقانیم تسلیم کیئے جانے کے باوجود خدا کو ایک کہا گیا ہے۔ وہ لکھتا ہے:

''اگرچہ عام طور سے عیسائیت کے عقیدۂ تثیث زیادہ صحیح لفظوں میں توحید فی التثلیث کے

بارے میں یہ سمجھا اور کہا جاتا ہے کہ وہ خطرناک حد تک تین خداؤں کے عقیدے کے قریب آ گیا ہے، لیکن عیسائی اپنی روح کے اعتبار سے موحد ہے، اور خدا کو کلیسائی عقیدے کے طور پر ایک سمجھتی ہے"۔

مندرجہ بالا تعریف میں عیسائیت کی آخری خصوصیت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ "کفارے" پر ایمان رکھتا ہے، اس جز کی تشریح کرتے ہوئے گاروے لکھتا ہے۔

> "خدا اور بندے کے درمیان جو تعلق ہونا چاہئے۔ اس کے بارے میں عیسائیت کا خیال یہ ہے کہ وہ گناہ کے ذریعے خلل پذیر ہو گیا ہے، اس لیئے ضروری ہے کہ اسے پھر سے قائم کیا جائے، یہ کام صرف مسیح کو بیچ میں ڈالنے سے ہوتا ہے"۔ (۱۸)

یہ تھی عیسائی مذہب کی ایک اجمالی تعریف، لیکن درحقیقت مذہب کا صحیح تعارف اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کے تمام بنیادی عقائد کو اچھی طرح نہ سمجھ لیا جائے، اس لیئے اب ہم ایک ایک کر کے ان عقائد کی تشریح پیش کرتے ہیں۔

عیسائی مذہب میں خدا کا تصور

جہاں تک خدا کے وجود کا تعلق ہے، عیسائی مذہب اس معاملے میں دوسرے مذاہب سے مختلف نہیں ہیں، وہ بھی خدا کو تقریباً انہی صفات کے ساتھ تسلیم کرتا ہے جو دوسرے مذاہب میں اس کے لیئے بیان کی جاتی ہیں، مارس ریلٹن لکھتا ہے۔

> "عیسائیت کا خدا کے بارے میں یہ تصور ہے کہ وہ ایک زندہ جاوید وجود ہے، جو تمام امکانی صفات کمال کے ساتھ متصف ہے، اسے محسوس تو کیا جا سکتا ہے، لیکن پوری طرح سمجھا نہیں جا سکتا، اس لیئے اس کی حقیقت کا ٹھیک ٹھیک تجزیہ ہمارے ذہن کی قوت سے ماوراء ہے، وہ فی نفسہ کیا ہے؟ ہمیں معلوم نہیں صرف اتنی باتیں ہمیں معلوم ہو سکی ہیں جو خود اس نے بنی نوع انسان کو وحی کے ذریعے بتلائیں"۔ (۱۹)

عقیدہ تثلیث

یہاں تک تو بات واضح اور صاف ہے، لیکن آگے چل کر اس مذہب نے خدا کے تصور کی جو تفصیلات بیان کی ہیں وہ بڑی الجھی ہوئی ہیں، اور ان کا سمجھنا آسان نہیں ہے، یہ بات تو ہر کس و ناکس کو معلوم ہے کہ عیسائی مذہب میں خدا تین اقانیم (persons) سے مرکب ہے: باپ بیٹا اور روح القدس، اسی عقیدے کو عقیدہ تثلیث، (Trinitarian Doctrine) کہا جاتا ہے، لیکن خود اس عقیدہ کی تشریح و تعبیر میں عیسائی علماء کے بیانات اس قدر مختلف اور متضاد ہیں کہ یقینی طور سے کوئی ایک بات کہنا بہت مشکل ہے، وہ تین اقانیم کون ہیں؟ جن کا مجموعہ ان کے نزدیک خدا ہے؟ خود ان کے تعین میں بھی اختلاف ہے، بعض کہتے ہیں کہ ''خدا'' باپ بیٹے اور روح القدس کے مجموعے کا نام ہے اور بعض کا کہنا ہے کہ باپ بیٹا اور کنواری مریم'' وہ تین اقنوم ہیں جن کا مجموعہ خدا ہے۔ (۲۰)

پھر ان تین اقانیم میں سے ہر ایک کی انفرادی حیثیت کیا ہے؟ اور خدائے مجموع جسے ثالوث (trinity) کہتے ہیں اسکا کیا رشتہ ہے؟ اس سوال کے جواب میں بھی ایک زبردست اختلاف پھیلا ہوا ہے، ایک گروہ کا کہنا ہے کہ ان تین میں سے ہر ایک بذات خود بھی ویسا ہی خدا ہے جیسا مجموعہ خدا، ایک دوسرے گروہ کا کہنا ہے کہ ان تینوں میں سے ہر ایک الگ الگ خدا تو ہیں مگر مجموعہ خدا سے کمتر ہیں، اور ان پر لفظ ''خدا'' کا اطلاق ذرا وسیع معنی میں کر دیا گیا ہے۔ تیسرا گروہ کہتا ہے کہ وہ یہ تین خدا ہی نہیں خدا تو صرف ان کا مجموعہ ہے۔ (۲۱)

عیسائی برادری کو قرآن وحدیث کی روشنی میں دعوت فکر:

بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین اسلام ہی ہے۔ (۲۲)

خلاصہ:

اسلام وہی دین ہے جسکی دعوت وتعلیم ہر پیغمبر اپنے اپنے دور میں دیتے رہے ہیں۔ اب اسکی کامل ترین شکل وہ ہے جسے نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ نے دنیا کے سامنے پیش کیا، جسمیں توحید و رسالت اور آخرت پر اس طرح یقین و ایمان رکھنا ہے جس طرح نبی کریم ﷺ نے بتلایا ہے اب محض یہ عقیدہ رکھ لینا کافی نہیں کہ اللہ ایک ہے یا کچھ اچھے عمل کر لینا یہ اسلام نہیں، نہ اس سے نجات آخرت ملے گی۔ ایمان و اسلام اور دین یہ ہے کہ اللہ کو ایک مانا جائے اور صرف اس ایک معبود کی عبادت کی

جائے۔ محمد ﷺ سمیت تمام انبیاء پر ایمان لایا جائے اور نبی ﷺ کی ذات پر نبوت کا خاتمہ تسلیم کیا جائے اور ایمان کے ساتھ ساتھ وہ عقائد و اعمال اختیار کیئے جائیں جو قرآن میں یا حدیث رسول ﷺ میں بیان کیئے گئے ہیں۔ اب اس دین اسلام کے سوا کوئی اور دین عند اللہ قبول نہیں ہوگا۔

اور جو شخص اسلام کے سوا اور دین تلاش کرے، اسکا دین قبول نہیں نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں ہوگا۔ (۲۳)

نبی ﷺ کی رسالت پوری انسانیت کے لیئے ہے۔

کہ دیجیئے! اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں"۔ (۲۴)

ایک اور مقام میں ارشاد ہے۔

"برکتوں والی ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے پر فرقان نازل کیا تا کہ وہ ڈرانے والا ہو سارے عالم کو"۔ (۲۵)

ان آیات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کو سارے جہاں اور قیامت تک کے لیئے رسول بنا کر مبعوث کیا گیا ہے۔ ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا،

"قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، جو یہودی یا نصرانی مجھ پر ایمان لائے بغیر فوت ہو گیا، وہ جہنمی ہے"۔ (۲۶)

آپ ﷺ نے فرمایا

"بعثت الی الاحمر والاسود"۔ (۲۷)

میں سرخ کالے یعنی تمام انسانوں کے لیئے نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

اس لیئے آپ ﷺ نے اپنے وقت کے تمام سلاطین اور بادشاہوں کو جو خطوط تحریر فرمائے ہیں ان میں انکو اسلام قبول کرنے کی دعوت بھی دی تھی ایک اور جگہ ارشاد ربانی ہے۔

ترجمہ: "جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے عہد لیا کہ جو کچھ میں تمہیں کتاب و حکمت دوں پھر تمہارے پاس وہ رسول آئے جو تمہارے پاس کی چیز کو سچ بتائے تو تمہارے لیئے اس پر ایمان لانا ضروری ہے۔ فرمایا کہ تم اس کے اقراری ہو اور اس پر میرا ذمہ لے رہے ہو سب نے کہا کہ ہمیں اقرار ہے، فرمایا تو اب گواہ رہو اور میں خود بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔ پس

اس کے بعد بھی جو پلٹ جائیں وہ یقیناً پورے نافرمان ہیں۔کیا وہ اللہ کے دین کے سوا اور دین کی تلاش میں ہیں۔حالانکہ تمام آسمانوں والے اور زمین والے اللہ ہی کے فرماں بردار ہیں،خوشی سے ہوں یا ناخوشی سے سب اس طرف لوٹائے جائینگے"۔(۲۸)

ان آیتوں میں اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) اور دیگر اہل مذاہب کو تنبیہ ہے کہ بعثت محمدی ﷺ کے بعد بھی ایمان لانے کے بجائے اپنے اپنے مذہب پر قائم رہنا اس عہد کے خلاف ہے جو اللہ نے نبیوں کے واسطے سے ہر امت سے لیا ہے۔لہٰذا تمام آسمانی مذاہب کی یہ مشترکہ ذمہ داری ہے کہ مذکورہ حقائق کی روشنی میں صدق دل سے غور کریں۔کیونکہ کل کو آپ کو بھی مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے پاس جانا ہے۔وہاں کی رسوائی سے بچنے کے لیئے دعوت فکر دی جارہی ہے۔

حضور اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور سید الانبیاء ہیں۔آپ ﷺ کی رسالت و نبوت کسی خاص عالم،خاص مخلوق،خاص ملک،خاص قوم،خاص اہل لسان یا کسی خاص اہل رنگ کے لیئے نہیں بلکہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے رحمت العالمین بنا کر بھیجا ہے۔

وما ارسلناك الا رحمه للعالمين (۲۹)

"آپ ﷺ ساری انسانیت کے لیئے نبی بنا کر بھیجے گئے"

يا ايها الناس انى رسول الله اليكم جميعا (۳۰)

حضور اکرم ﷺ مذہب کو مٹانے نہیں آئے بلکہ انہیں مذہبی مکالمہ اور مذہبی اعتدال پسندی کی سیڑھی پر چڑھا کر سدھارنے آئے تھے۔انہیں ایک مشترکہ پلیٹ فارم پر جمع کرنے آئے تھے۔چنانچہ آپ ﷺ کا پہلا پیغام یہ تھا۔

قولو لااله الاالله تفلحون

یہ خطاب مشرکین سے بھی تھا کفار سے بھی یہود سے بھی اور نصاریٰ سے بھی۔قرآن مجید میں صاف صاف اعلان ہے۔

قل يا اهل الكتاب تعالو الى كلمة سواء بيننا وبينكم (۳۱)

اس آیت میں غیر مسلموں کو واضح پیغام دیا گیا ہے کہ آجاؤ مل جل کے چلتے ہیں۔بات چیت کے ذریعہ کوئی مشترک اور اتفاقی نقطہ تلاش کرتے ہیں پھر ہم سب اتفاق و اتحاد سے اس مشترکہ

ایجنڈے پہ عمل کریں گے باقی اختلافی نقطے ترک کرتے ہیں۔اسلام نے کبھی اہل کتاب کو یہودیت اور نصرانیت چھوڑنے پر مجبور نہیں کیا نہ ہی بزور بازو اسے مٹانے کی بات کی، بلکہ ہم تو یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ اسلام نے اہل کتاب سے زیادہ یہودیت اور نصرانیت کا تحفظ کیا، اہل کتاب نے اپنے مذاہب کی شکل وصورت مسخ کردی، جبکہ اسلام نے اس کی صورت کو مزین کیا اہل کتاب نے اپنے مذاہب کو تحریف وتغیر کے ذریعہ بدلنے کی کوششیں کیں جبکہ اسلام نے اس کا تحفظ کیا، اسلام نے ہمیشہ اہل کتاب سے یہی درخواست کی ہے کہ اپنے ہی مذاہب کی حفاظت کرو ان کے حقیقی تقاضوں پہ عمل کرو، ان کی بنیادی ہدایات کی روشنی میں چلو، ان کی اصلی تعلیمات کے زیور سے آراستہ ہو جاؤ، اور اپنے مذہب کی معرفت حاصل کرو اگر تمہیں اپنے مذہب کی صحیح معرفت حاصل ہو جائے تو ہمارے خیال میں خود بخود اسلام کی معرفت وحقانیت بھی معلوم ہو جائے گی۔

مصادر ومراجع

۱۔ سورۃ النحل آیت نمبر 125

۲۔ سورۃ الانبیاء آیت نمبر 18

۳۔ سورۃ ابراہیم آیت نمبر 26

۴۔ سورۃ المائدہ آیت نمبر 67

۵۔ صحیح بخاری ج ۳، ص ۱۲۷۵ حدیث ۳۲۷۴، دار النشر دار ابن کثیر الیمامۃ طبع ۱۹۸۷ء

۶۔ صحیح بخاری ج ۲، ص ۶۱۹ حدیث ۱۶۵۲، دار النشر دار ابن کثیر الیمامۃ طبع ۱۹۸۷ء

۷۔ سورۃ القصص آیت نمبر 56

۸۔ سورۃ الزمر آیت نمبر 36

۹۔ سورۃ البقرۃ آیت نمبر 143

۱۰۔ صحیح بخاری ج ۱، ص ۳ حدیث ۱، دار النشر دار ابن کثیر الیمامۃ طبع ۱۹۸۷ء

۱۱۔ سورۃ البقرۃ آیت نمبر 258

۱۲۔ آل عمران آیت نمبر 64

۱۳۔ تفسیر معارف القرآن ج/۲ص/ 87 ادارۃ المعارف کراچی طبع 1984ء

۱۴۔ آل عمران آیت نمبر 59 تا 62

۱۵۔ سورۃ الاخلاص پارہ 30

۱۶۔ المائدہ آیت 116 تا 117

۱۷۔ برٹانیکا مقالہ عیسائیت ص/ 693 ج/ 5

۱۸۔ انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس ص/ 81 ج/ 3

۱۹۔ انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس ص/ 581 ج/ 3

۲۰۔ برٹانیکا ص/ 479، ج/ 22 مقالہ "Trinity"

۲۱۔ الخطط المقریزیہ ص/ 408، ج/ 3، لبنان، 1959ء

۲۲۔ آل عمران آیت نمبر 19

۲۳۔ آل عمران آیت نمبر 85

۲۴۔ سورۃ الاعراف آیت 158

۲۵۔ سورۃ الفرقان آیت نمبر 1

۲۶۔ صحیح مسلم ج/۱ص/ 134 حدیث 153، المکتبۃ الاسلامیہ مطبوعہ 1374ھ

۲۷۔ صحیح مسلم ج/۱ص/ 370، حدیث 521، المکتبۃ الاسلامیہ مطبوعہ 1374ھ

۲۸۔ سورۃ آل عمران آیت 81 تا 83

۲۹۔ سورۃ الانبیاء پارہ 17

۳۰۔ سورۃ الاعمران آیت نمبر 158، پارہ 9

۳۱۔ آل عمران آیت 64